درے کی مذموم کوشش کی تھی جسے احرار کی دُور اندیش اور دانشمند قیادت نے ناکام بنا دیا تھا۔ پھر تقسیم ہند کے موقع پر باؤنڈری کمیشن کے ایک رکن سر ظفر اللہ (مرزائی) نے سازش کر کے کشمیر اور گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ دیا۔ مرزائی اپنے نام نہاد الہامی عقیدہ کے مطابق "اکھنڈ بھارت" پر ایمان رکھتے ھیں باؤنڈری کمیشن میں اُن کا گھناؤنا کردار اسی سازش کا ایک حصہ تھا۔

آج بھی مرزائی اور رافضی اِس تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے زیرِ زمین سازشوں میں مصروف ہیں۔ مجاھدین کشمیر ان سے خبردار رھیں۔

پوری پاکستانی قوم اور دنیا بھر کے مسلمان کشمیریوں سے اتحاد و یکجہتی کا اظہار کر رہے ھیں۔

اے مجاہدو! اللہ تمہیں کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آزادی سے سرفراز کرے۔ (آمین)

اِس ماہ کا سب سے اھم واقعہ یہ ہے کہ مرکز پنجاب اپنی طویل سیاسی رسہ کشی کے باوجود مسئلہ کشمیر پر متفق ہو گئے ھیں۔

کاش! وہ ملک میں قتل و غارت گری، بے اَمنی، رشوت، لُوٹ کھسوٹ، چوری، ڈاکہ زنی، بے حیائی، فحاشی، عُریانی، بدمعاشی، مہنگائی اور دینی اقدار کی بے حرمتی کے سدِ باب پر متفق ہو جائیں۔ کشمیری قوم اپنا مسئلہ حل کرنے میں ضرور کامیاب ہوگی لیکن ہمیں اپنے مسائل خود حل کرنے ہوں گے۔

بقیہ از صـ ۲۸ :

پر اثر انداز ہوتے تھے بسراسر غلط ہے۔ یہ کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جس سے ملکی سیاست پر کوئی اثر انداز ہو سکے اور نہ ہی ملکی پالیسی کوئی کاتب یا منشی بناتا ہے بلکہ ملکی پالیسیاں خلیفہ یا مجلس شوریٰ بناتی ہے۔ اور یہ جو محمد ابن ابی بکر کے قتل کے خط کا واقعہ انکی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ بھی ایک بہتان اور جھوٹ ہے۔ نہ انہوں نے کوئی ایسا خط لکھا اور نہ سیدنا عثمان رضؓ نے کوئی ایسا خط لکھوایا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے سبائیوں کے سامنے اس کا حلف بھی اُٹھایا اور خود سیدنا علیؓ نے بھی سبائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ خط تم نے اپنی طرف سے بنایا ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اھلِ علم حضرات مقدمہ ابن خلدون صـ ۲۸۱-۲۸۲، بیروت، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷، صـ ۱۷۵ ملاحظہ فرمائیں۔!

حمزہ آغائی

خمینی کی بیٹی کا انٹرویو

اور حضرت علیؓ کی — نہج البلاغہ

۲۲ر جنوری ۱۹۹۰ء کے روزنامہ جنگ کے "خواتین کے لیے" خاص ایڈیشن میں خمینی کی بیٹی خانم زہرہ مصطفوی کا "اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوع پر ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ جس میں "رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور جہالت کا دور تھا" کے علاوہ اور بہت سی غلط باتیں کہی گئی ہیں۔ مثلاً خانم زہرہ کہتی ہیں:۔

"قرآن پاک کی رو سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ لیکن مشرقی اور مغربی معاشروں نے مزدوری اور آمدنی کے لحاظ سے ان میں فرق ڈال دیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں ہے کہ کسی بھی کام کرنے والے کو مساوی اجر ملے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت!"

خانم زہرہ کی یہ بات اس لئے غلط ہے کہ قرآن میں جو کمائی کا ذکر ہے کہ مرد جو کام کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور عورت جو کچھ کمائے گی، اسے اس کا اجر ملے گا۔ اس بات کا تعلق زندگی میں نیکی اور بدی کرنے سے ہے نہ کہ مرد اور عورت کی (دنیا میں) ملازمت، مزدوری اور آمدنی کی مساوات کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔

بلکہ قرآن پاک کی رُو سے:۔

"مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس فضیلت کی بناء پر جو اللہ نے ان میں سے ایک دوسرے کو عطاء کی ہے۔ اور اس بناء پر کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں (النساء۔ ۳۴)

"مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمران ہے، اور وہ اپنے حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے (بخاری شریف)

آگے چل کر زہرہ مصطفوی کہتی ہیں" آج بھی دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جہاں عورت انتخاب کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ لیکن اسلام نے عورت کو حق دیا ہے، اور وہ اپنی پسند کے مطابق شادی کر سکتی ہے۔"

یہ درست ہے کہ غلام اور کافر کو چھوڑ کر آزاد مسلمان مردوں میں سے عورت اپنے لئے شوہر کا انتخاب کر سکتی ہے لیکن اس معاملہ میں بھی اس کے لئے اپنے باپ دادا، بھائی اور دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ کرنا ضروری ہے اگرچہ اولیاء کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دیں۔ مگر عورت کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی رائے کے خلاف جس سے چاہے، نکاح کر لے، اسی لئے قرآن مجید میں جہاں مرد کو خطاب کیا گیا ہے وہاں کہا گیا" وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو) یعنی مردوں کو مطلق اجازت دی گئی ہے۔ اور جہاں عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں کہا گیا ہے " فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ" (عورتوں سے ان کے گھروالوں کی اجازت لے کر نکاح کرو)

خانم صاحبہ کے خیالات سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق و فرائض کے بارے میں دینِ اسلام سے قطعاً مطمئن نہیں اور مغربی نکر ان کے ذہن پر مسلط ہے۔ مغرب میں تو عورت مرد دونوں کو مکمل آزادی ہے بلکہ عورتوں کو مردوں سے زیادہ۔" لیڈیز فرسٹ" کا تصور مغرب ہی نے تو دیا ہے، مغرب میں عورت جب چاہے جس سے چاہے جس مقام پر چاہے شادی کر سکتی ہے اس کے علاوہ ہر قسم کے تعلقات قائم کر سکتی ہے۔ بوائے فرینڈ بنا سکتی ہے اور اسے روکنے والے کو سزا بھی ہو سکتی ہے چاہے وہ اس کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ وہ حق ہے جو انہیں" جمہوریت" نے دیا ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لئے کتاب اللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہی معیار و حجت ہے اور قیاس درجہ رابعہ کی چیز ہے وہ بھی مشروط ہے۔

پھر خانم زہرہ کہتی ہیں،" ہمیں بہت خوشی ہے کہ ایک خاتون کسی اسلامی ملک اور خاص کر پاکستان کی وزیر اعظم بنی ہیں۔"

حالانکہ زہرہ مصطفوی کے خوش ہونے کی وجہ پاکستانی خاتون کا وزیر اعظم بننا نہیں ہے۔ بلکہ انہیں اس لئے خوشی ہوئی کہ وزیر اعظم کی ماں ایرانی النسل ہے۔ اور ماں بیٹی دونوں ایرانی مذہب پر

ایمان رکھتی ہیں، اور اسی بات کو وہ گول کر گئی ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا "آیندہ چند برسوں میں دیکھیں گی کہ ایران میں عورت تعلیم اور سیاست کے میدان میں کس مقام تک پہنچتی ہے۔ وہ بھی وزیر بنے گی اور شوریٰ میں بھی اہم کردار ادا کرے گی"۔

کیا زہرہ مصطفوی یہ بتا سکتی ہیں کہ ایرانی دستور کے مطابق کوئی عورت ایران کی صدر اور وزیراعظم بن سکتی ہے۔ کیا ایرانی عورت کو ایران کے کسی سربراہ عہدے پر لگایا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہ پاکستان میں آکر جھوٹ پر مبنی باتوں سے پاکستانی عورتوں کو پھسلانے اور ورغلانے کی ترغیب کیوں دے رہی ہیں؟ جب کہ اسلام میں عورت کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ مثلاً:

عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جہاد بھی فرض نہیں ہے۔ جنازہ میں شرکت ضروری نہیں۔ نماز باجماعت اور مساجد کی حاضری بھی لازم قرار نہیں دی گئی۔ محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چہ جائیکہ عورت۔ گھر سے باہر نکل کر مشیر، وزیر اور سربراہ کے عہدے پر غیر مردوں کے دوش بدوش، ہاتھ سے ہاتھ اور سانس سے سانس ملاتی پھرے۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "اسوۂ حسنہ میں عورت کی سربراہی کی مثال نہیں ملتی"۔ زہرہ مصطفوی نے کہا: "اسلام آیا تو زمانۂ جہالت تھا۔ اس عرصے میں عورت اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ سربراہی کے عہدے پر پہنچتی .... خود آنحضرتؐ مختلف کاموں کے لئے معتبر خواتین سے رائے ضرور لیتے تھے"۔

زہرہ مصطفوی خود ہی کہتی ہیں کہ جہالت کا دور تھا۔ اس عرصے میں عورت اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ سربراہی کے عہدے پر پہنچتی۔ خود ہی کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف کاموں کے لئے معتبر خواتین سے رائے ضرور لیتے تھے۔ یعنی خانم زہرہ ایک ہی جگہ دو متضاد باتیں کر رہی ہیں۔ ان کی پہلی بات سے عیاں ہے کہ اس دور میں عورتیں جاہل تھیں۔ ان میں کوئی قابلیت نہ تھی۔ دوسری بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کی عورتیں اتنی معتبر اور صلاحیت والی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رائے ضرور لیتے تھے۔ حالانکہ یہ سب کچھ غلط ہے، ہرزہ سرائی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر حضرت علیؓ یا حضرت حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت راشدہ تک

کوئی مثال نہیں ملتی کہ کبھی کسی عورت کو کوئی چھوٹا سا عہدہ بھی دیا گیا ہو، یا مشیر ہی مقرر کیا گیا ہو جب کہ اس دور میں حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں موجود تھیں ۔ کیا خانم زہرہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضؓ، حضرت فاطمہ رضؓ جاہل تھیں معاذاللہ وہ اس قابل نہیں تھیں کہ انہیں وزیر، مشیر بنایا جاتا، اور ان کے مقابلے میں آج کی مغرب زدہ، مادر پدر آزاد، حیا باختہ عورتیں اس قابل ہیں کہ مشیر وزیر بن سکتی ہیں ۔

پھر اسوۂ حسنہ میں یہ مثال تو ملتی ہے کہ رسول پاکؐ نے ایک ام المومنین کو ایک نابینا صحابی کے سامنے آنے سے بھی روک دیا تھا ۔ یہ مثال نہیں ملتی کہ کسی قابل سے قابل عورت کو بھی کوئی عہدہ دیا ہو ۔ اور وہ غیر مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کام کرتی رہی ہو ۔ پھر اس دور کو جہالت کا دور قرار دینا خود اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرنا ہے ۔ جس کے بارے میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ :۔

"سب سے بہترین دور میرا دور ہے ....

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَۃَ رض عَلَی النِّسَآءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَآئِرِ الطَّعَامِ کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَّلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ

(بخاری ص ۴۸۹، ص ۵۳۲)

ترجمہ :۔ ابو موسیٰ اشعری رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حضرت) عائشہ رضؓ کی برتری دوسری عورتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی (عرب میں نہایت زود ہضم، مقوی اور لذیذ ایک کھانے کا نام ہے) بقیہ سب کھانوں کے مقابلہ میں (اس کے بعد فرمایا) مردوں کا تو کیا کہنا ان میں تو بہت لوگ رتبۂ کمال کو پہنچے لیکن گذشتہ عورتوں میں جو کمال کے رتبہ کو پہنچیں ان میں سے قابلِ ذکر یہ چند ہستیاں ہیں (۱) حضرت مریم بنت عمران (۲) آسیہ زوجۂ فرعون ۔

عَنْ اَنَسٍ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِّسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ ۔

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۷۳)

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو عورتوں میں کامل عورتوں کا تعارف منظور ہو تو تم کو بس ان عورتوں کا نام کافی ہے (حضرت) مریم بنت عمران (حضرت) خدیجہ بنت خویلد (حضرت) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ زوجۂ فرعون۔

تاریخی اعتبار سے دو خواتین کا تعلق ماضی سے ہے۔ حضرت آسیہ کا تعلق حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے اور حضرت مریم کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے ہے اور حضرت خدیجہ طاہرہ۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ اور حضرت عائشہ رضی صدیقہ کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے۔ تین کامل خواتین اور ان میں سے ایک اکمل ترین۔ تینوں جنسی اعتبار سے تو بے شک عورتیں ہیں۔ مگر قوائے عقلیہ اور وہ صفات جو حکمرانی کے لئے ہوتی ہیں ساری کی ساری عورتیں ان عورتوں کے اندر بھی بدرجۂ کمال موجود ہیں۔ کمال عقلی اور کمال علمی میں بلند ہیں۔ شجاعت ہے۔ انصاف ہے، بہادری ہے، شرم و حیا ہے، غیرت ہے۔ یہ تمام اوصاف و کمالات جیسے مردوں میں ہوتے ہیں۔ ویسے ہی ان چار عورتوں میں اللہ نے دئے تھے۔ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا میں ان سب سے زیادہ تھے۔ انتہائی قابلِ افسوس اور قابلِ گرفت بات ہے کہ رسول اللہ کے پاس رہنے والی، تربیت حاصل کرنے والی، نبیؐ کی گود میں پلنے والیوں کو جاہل کہا جائے، اور جن کے دل و دماغ میں مغربی تہذیب کے افکار و نظریات چمگادڑوں کی طرح لٹکے ہوئے ہوں، جن کے جسموں کو مغربی تہذیب کی خواہشوں نے تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہو۔ وہ پیغمبر کے گھر والوں کے متعلق یہ کہیں کہ وہ جاہل تھے۔ اُن کے پاس علم نہیں تھا۔ اس لئے انہیں حکومت نہیں ملی، انہیں سربراہی کے اہل نہیں سمجھا گیا ...... اگر عورت کسی لحے حکومت کے لائق ہوتی تو سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ فاطمہ بنت محمد سلام اللہ علیہما اس قابل تھیں، اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ ان سب سے افضل تھیں، نبیؐ نے تو ان سے عمر بھر امور مملکت میں مشاورت تک نہیں کی۔ ہاں عورت جو کچھ کر سکتی ہے، اس کے دائرۂ اختیار میں جو کچھ ہے۔ وہ اس نے کیا جو اسلام کی فطرت کے عین مطابق ہے اور حضور علیہ السلام کی منشاء کے مطابق ہے سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے علم پھیلایا، عورتوں کو پڑھایا، تعلیم و تبلیغ کی۔ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے پردے میں بیٹھ کر ام المومنین سے علم دین حاصل کیا دینی مسائل کا ایک بڑا حصہ آپ کی تعلیم

و تدریس کی بدولت امت تک پہنچا - احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپ کی روایات اور تدریس سے محفوظ ہوا سیرت نبوی کے کئی اہم گوشے آپ کی تعلیم سے صحابہ کرامؓ کے ذریعہ امت تک پہنچے -

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا وجود ان کا عمل قیامت تک کی عورتوں کے لئے نظیر اور مثال ہے -

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے خانم زہرہ نے کہا کہ " عورت کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ گھر بیٹھ کر کھانا پکائے - یہ کام اس پر فرض نہیں ہے - دونوں برابر ہیں ، اگر عورت نہیں کرتی تو گھر کا کام کاج مرد کرے .... میرے والد نے کبھی میری والدہ سے کوئی کام کرنے کے لئے نہیں کہا - بچوں کو پالنے میں بھی وہ میری والدہ کے برابر کے حصہ دار تھے - دو گھنٹے اگر وہ سوتے اور ماں بچے کو سنبھالتی تو پھر وہ کہتے ہیں کہ اب میں بچے کو سنبھالتی ہوں تم دو گھنٹے سو جاؤ - انہوں نے کبھی میری ماں سے نہیں کہا کہ میرے لئے ایک پیالی چائے بناؤ ...."

کیا ان سب باتوں سے خانم زہرہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ ایران میں مہینے کے پندرہ دن گھر کا کام کاج (کھانا پکانا ، جھاڑ پونچھ ، کپڑے دھونا ، برتن مانجھنا ، بچوں کا سنبھالنا ، گھر کی صفائی وغیرہ) مرد کرتا ہے ، اور پندرہ دن عورت یہ سارا کام سرانجام دیتی ہے - اگر وہاں واقعی ایسا ہوتا ہے تو ایران کے مردوں کو یہ زنانہ تہذیب مبارک !

خانم صاحبہ پاکستانی عورتوں کو گھر کے کام کاج سے باغی کرنے کی ناکام کوشش کیوں کر رہی ہیں - کہ " اگر عورت نہیں کرتی تو گھر کا کام مرد کرے "- ضرورت اور مجبوری کے تحت تو ایسا ہو سکتا ہے - کہ میاں بیوی دو ساتھی ہیں - رفیق حیات ہیں - ایک کو دوسرے کے دکھ کا احساس ہونا چاہیے ورنہ ذہنی بغاوت پیدا ہوتی اور ظلم راہ پاتا ہے - مگر کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ گھر کا سارا کام کاج مرد سرانجام دیتا ہے ؟ مرد کا کام تو بیوی بچوں کے لئے روزی کمانا ہے - عورت کا کام گھر سنبھالنا ہے - بچوں کی پرورش ہے ماں کی گود پہلی درسگاہ ہے - عورت کا اپنا دائرہ کار ہے - مرد کے اپنے تمدنی فرائض ہیں - پھر یہ بھی کہیں سننے میں نہیں آیا کہ حضرت فاطمہؓ نے بغیر وجہ کے گھر کا کام کاج نہ کیا ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ داری کا سارا کام خود سرانجام دیا ہو ہاں ! یہ ضرور پڑھنے میں آیا کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام میں اتنی مصروف رہتیں - کہ محنت کرتے کرتے دست مبارک سخت ہو گئے تھے - اور ایک دفعہ